بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

قسطوں پر سامان

کی خرید وفروخت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا قسطوں پر سامان کی خرید وفروخت جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر قسطوں پر سامان کی خرید فروخت شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ فقیر نے اس سلسلے میں قسطوں پر کاروبار کرنے والے چند اداروں کی کاروبار کی شرائط (conditions) کا مطالعہ کیا نیز خود ان اداروں کے افراد سے ملکران کے طریقہ کار کو معلوم کیا تو بعض اداروں کے بیع (Sale) کے طریقہ اور انکی بعض شرائط کو قوانین شریعہ کے بالکل برعکس پایا چنانچہ ان لوگوں سے قسطوں پر سامان لینا نا جائز ہے اور جن لوگوں نے ان سے سامان خرید لیا ہے ان پر شرعا واجب ہے کہ وہ اس سامان کو واپس کریں اور اپنی رقم واپس لیں۔ تمام مسلمان بھائیوں پر واجب ہے کہ اگر سامان کی خریداری میں درج ذیل شرائط میں سے کوئی شرط یا ان کے علاوہ کوئی اور نا جائز شرط پائی جائے تو ہرگز خریداری نہ کریں۔

(۱)

سامان کی نقد اور ادھار خریداری کی صورت میں الگ الگ قیمتیں بیان کی مگر کوئی ایک صورت طے (Fix) کئے بغیر جدا ہو گئے یا ادھار کی صورت میں قیمت نقد کے مقابلے میں زیادہ بتائی مگر وہ زیادتی (Increase) بلا عوض (Without Exchange) یا مدت (Time) کے مقابلے میں بیان کی۔

(۲)

ایک یا چند یا تمام اقساط (Installments) کی وصولی پر سامان کی ادائیگی کی جائے گی۔

(۳)

عام طور پر عقد بیع (Sale Contract) کے مکمل ہونے کے باوجود دکاندار حضرات قانونی طور پر چیز کو اپنی ہی ملکیت (Ownership) میں رکھتے ہیں اور خریدار کی ملکیت (Ownership) میں تمام یا اکثر قسطوں کی ادائیگی کے

بعد منتقل کرتے ہیں۔

﴿......۴......﴾

بعض حضرات قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ (Penalty) لگادیتے ہیں۔

﴿......۵......﴾

بعض حضرات تمام ثمن (وہ رقم جو خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان کسی چیز کی قیمت کے طور پر طے ہوگئی ہو) کی ادائیگی طے شدہ وقت سے پہلے کیے جانے کی صورت میں مدت استعمال کے کرایہ کی ادائیگی کی شرط لگاتے ہیں۔

﴿......۶......﴾

بعض حضرات یہ شرط لگادیتے ہیں کہ اگر مدت مقررہ سے پہلے پوری رقم ادا کردی گئی تو طے شدہ قیمت میں کمی کردی جائے گی۔

﴿......۷......﴾

بعض ادارے مثلاً بینک وغیرہ سے سامان لیا جائے تو وہ سامان کا انشورنس (Insurance) کروانے کے بعد حوالے کرتے ہیں اور پھر خریدار کو مدت مقررہ تک اس انشورنس کی اقساط ادا کرنی پڑتی ہیں۔

اب مذکورہ بالا شرائط کے ناجائز ہونے کی وجوہات تفصیلی طور پر بیان کی جاتی ہیں۔

نقد کے مقابلے میں ادھار کی قیمت زیادہ کرنا

جب کوئی شخص ان سے سامان خریدنے کے لئے آتا ہے تو وہ حضرات سامان کے بارے میں اس طرح سے بتاتے ہیں مثلاً کسی کو کمپیوٹر خریدنا ہو تو کہتے ہیں کہ اس کمپیوٹر کی نقد قیمت (Cash Payment) ۲۱۰۰۰ ہزار روپے ہیں مگر ایک سال کی ادھار (Credit of one year) پر ۲۴۷۸۰ روپے میں دیں گے۔ اب اس صورت میں خریدار ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت متعین (Fix) کر کے سودا طے کرلے یعنی اس بات کی وضاحت کردے کہ وہ نقد خریدے گا یا ادھار تو یہ بیع صحیح ہوجائیگی اور اگر کوئی ایک صورت متعین نہیں کی اور جدا ہوگئے تو ناجائز ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا بھی کرنا جائز نہیں ہے اور بغیر علم کے اسے سود (Usury) کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر محدثین اور عظیم فقہائے کرام نے اس کے جواز کا فتوی دیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی "نھی رسول اللہ ﷺ

عن بیعتین فی بیعة" (نبی اکرم ﷺ نے ایک سودے میں دوسودوں سے منع فرمایا ہے) کی شرح میں فرماتے ہیں

وقد فسر بعض اهل العلم ، قالوابیعتین فی بیعة ان یقول ابیعک هذا الثوب بنقد بعشرة، وبنسیئة بعشرین، ولا یفارقه احد البیعتین فان فارقه علی احد ہما فلا باساذاکانت العقدة علی احد منها

﴿ترمذی ۔ کتاب البیوع﴾

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ "ایک بیع میں دو بیع" (Two Sale Contract One Contract) سے مراد یہ ہے کہ خریدار کہے کہ میں تم کو یہ کپڑا نقد دس درھم میں بیچتا ہوں اور ادھار بیس درھم میں اور ان میں کسی بھی بیع کے تعین پر جدائی نہ ہوئی اور اگر کسی ایک کو متعین کرنے کے بعد جدائی ہوئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ معاملہ ایک بیع پر طے ہو گیا۔

امام کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

کون الثمن علی تقدیر النقد الفا وعلی تقدیر النسیئة الفین لیس فی معنی الربا۔

﴿فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۸۱ مطبوعہ: المکتبۃ الرشیدیہ کوئٹہ)﴾

ترجمہ: نقد کی صورت میں ثمن ایک ہزار ہونا اور ادھار کی صورت میں ثمن دو ہزار ہونا سود کے حکم میں نہیں ہے۔

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ تجارتی غلہ کو ادھار میں موجودہ تجارتی قیمت سے زیادہ میں بیچنا درست ہے کہ نہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالی نے فتوی دیا کہ درست ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۴۷ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

یونہی اگر کوئی اپنے سامان کی نقد قیمت کچھ بتائے مگر ادھار بیچنے پر کل نقد قیمت کا دس فیصد اضافہ کر کے بیچے اور خریدار اس قیمت پر عقد کے وقت راضی ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ مثلا ایک کتاب سو روپے کی نقد ملتی ہے مگر کتاب کا مالک ادھار خریدنے والے سے کہے کہ اگر ایک ماہ کی ادھار پر لو گے تو اس کی کل قیمت سے دس فیصد زائد دام میں فروخت

کرونگا یعنی ایک سو دس میں دونگا۔ اگر خریدار اس پر راضی ہوجائے تو یہ بیع درست ہے۔ فقیہ اسلام امام اہلسنت رضی اللہ تعالی عنہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواز کا فتوی دیا جو کہ درج ذیل ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موتی کے بیپاری (بیوپاری) موتیوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں قیمت سو روپیہ اور بروقت قیمت (Cash Payment) لینے دینے کے فیصدی دس روپے کم کے حساب سے معاملہ طے ہوتا ہے پھر بھی اگر خریدنے والا نقد روپے ادا کرے تو فیصد پندرہ روپے کم سے معاملہ طے ہوتا ہے ورنہ مہینے تک کی میعاد (Period) کے بعد ادا کرے تو وہی فیصدی دس روپے کم دینے لینے کا رواج ہے۔ ایا (آیا کہ) اسطرح کا معاملہ طے کرنا اور خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جبکہ باہمی تراضی (Mutual Agreement) سے ایک امر (Form) متعین (Fix) منقطع (Done) ہوکوئی حرج نہیں قال تعالی الا ان تکون تجارة من تراض منکم۔ واللہ تعالی اعلم۔

﴿فتاوی رضویہ جلد۷ صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

سی طرح اگر کوئی اپنے سامان کی قیمت مختلف مدتوں (Different Periods) پر بیچنے کی صورت میں مختلف قیمتیں (Different Prices) بتائے تو بیع درست ہوجائیگی بشرطیکہ بائع ومشتری (Seller & Buyer) کے درمیان اسی وقت کوئی ایک صورت متعین ہوجائے۔ مثلاً اسی کمپیوٹر کو اگر کوئی دکاندار چھ ماہ کی ادھار پر ۲۳۰۰۰ ہزار میں دے اور ایک سال کی ادھار پر ۲۴۷۸۰ روپے میں دے اور ڈیڑھ سال کی ادھار پر ۲۵۵۰۰ روپے میں دے اور بائع مشتری (Seller & Buyer) کے درمیان کوئی ایک صورت طے ہوجائے تو بیع درست ہوجائے گی۔ کیونکہ دکاندار اپنی چیز کا مالک ہے شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے کہ جتنے میں چاہے فروخت کرے۔ دنیائے اسلام کے عظیم فقیہ امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی سے جب اسی قسم کے مسئلے سے متعلق استفتاء کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی نے اسے درست قرار دیا۔ وہ سوال مع جواب درج ذیل ہے۔

مسئلہ: مبیع (Selling Good) میں زیادت ثمن (Increase of Price) بحسب آجال (According to Time Periods) درست ہے یا نہیں اگر ہے تو بحسب اثمان

(According to Rates) وآجال (Periods) مختلف ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہے؟

الجواب: درست ہے مع الکراہۃ اور اختلاف (Difference of Prices) تراضی (Agreement) عاقدین (Contractors) پر ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

﴿فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۷۰ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

مذکورہ بالا استفتاء میں دریافت کیا گیا کہ کیا سامان کا ثمن (سامان کی وہ قیمت جو بائع اور مشتری کے درمیان طے ہوجائے) میں مدت کے اعتبار سے زیادتی کرنا جائز ہے یا نہیں اگر زیادتی کرنا جائز ہے تو کیا مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف زیادتی کرنا جائز ہے کہ نہیں اور اگر مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف زیادتی کرنا جائز ہے تو کتنی زیادتی کرنا جائز ہے۔ تو اعلیحضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنا جائز ہے مگر اس میں کراہت ہے جس کا مفاد خلاف اولی ہے۔ اور مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف زیادتی خریدار اور فروخت کرنے والے کی رضامندی پر ہے۔ یعنی جتنی زیادتی (اضافہ) پر وہ دونوں باہم راضی ہوجائیں اتنی زیادتی جائز ہے۔ مذکورہ صورت میں باوجود یہ کہ مدت میں اضافہ کے اعتبار سے چیز کے ثمن میں اضافہ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی اس قسم کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فروخت کرنے والا جتنی زیادتی کر رہا ہے وہ اپنی چیز کے مقابلے میں کر رہا ہے لہذا وہ زیادتی عوض سے خالی نہیں ہے اور شریعت نے فروخت کرنے والے کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی چیز کو جتنے میں چاہے فروخت کرے۔ اور سود تو اس زیادتی (Increase) کا نام ہے جو عوض سے خالی (Without Exchange) ہو اور اسکی عقد (Contract) میں شرط کرلی گئی ہو یا وہ زیادتی (Increase) جو مدت کے مقابلے میں لی جاتی ہو خواہ وہ عقد میں مشروط (Conditioned) ہو یا نہ ہو۔ اسی بیع (Sale Contract) کے طریقہ کار میں ذرا سی تبدیلی کردی جائے تو یہی بیع ناجائز ہوجائیگی۔ مثلاً کوئی شخص اپنی چیز کو اس طرح سے بیچے کہ اس چیز کی قیمت ۱۰۰ روپے ہے مگر چونکہ آپ ادھار لے رہیں تو آپ کو ۱۰ روپے زیادہ دینے ہونگیں۔ یا یوں کہے کہ اس کی قیمت تو ۱۰۰ روپے ہے لیکن ایک مہینے بعد قیمت ادا کروگے تو ۱۰ روپے زیادہ دینے پڑیں گے۔ اور دو ماہ بعد ادا کروگے تو ۲۰ روپے اور تین ماہ بعد ادا کروگے تو ۳۰ روپے زائد دینے پڑیں گے۔ اس صورت میں قیمت سے زائد رقم سود ہے کیونکہ یہ زائد رقم عوض سے خالی ہے یا یہ مدت کے مقابلے میں لی جارہی ہے۔ ایسی صورت میں یہ بیع ہی فاسد (Invalid) ہے۔ بس اس صورت اور جواز کی صورت

میں اتنا ہی فرق ہے کہ جواز کی صورت میں جو زائد رقم لی جاتی ہے وہ چیز کے مقابلے میں لی جاتی ہے اور وہ عوض سے خالی نہیں ہوتی اور اس ناجائز صورت میں جو زائد رقم لی جاتی ہے وہ عوض سے خالی ہوتی ہے۔لہذا وہ سود ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

احل اللہ البیع وحرم الربا

ترجمہ:اللہ تعالی نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام۔

لہذا قسطوں پر سامان خریدنے والے کے لئے لازم ہے کہ ان دونوں صورتوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو وہ اس ناجائز کام میں ملوث ہو جائے۔

ایک یا چند یا تمام اقساط(Inst-allments) کی وصولی پر سامان کی ادائیگی

عام طور پر قسطوں پر فروخت کیے جانے والے سامان کی ادائیگی سے پہلے فروخت کرنے والے حضرات ایک یا چند اقساط کا پیشگی مطالبہ کرتے ہیں اور یہ شرط بھی رکھتے ہیں کہ سامان تین یا چار دن یا ایک ہفتے بعد حوالے کیا جائیگا۔قوانین شرعیہ کی رو سے اگر یہ نقد بیع (بیع معجّل) ہو تو سامان کے مالکان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ قیمت کی وصولی کے لئے سامان کو روک لیں۔جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

وللبائع حبس المبیع الی قبض الثمن ولوبقی منه درهم، ولوالمبیع شیئین بصفقة واحدة وسمی لکل ثمنا فله حبسهما الی استیفاء الکل، ولا یسقط حق الحبس بالرهن ولا بالکفیل، ولاباِبرائه عن بعض الثمن حتی یستوفی الباقی۔

﴿ردالمحتار جلد ۷ صفحه ۹۳ مطبوعه: مکتبه امدادیه ملتان﴾

ترجمہ:فروخت کرنے والے کو ثمن (وہ رقم جو بائع و مشتری کے مابین طے ہوئی ہو) کی وصولی کے لئے مبیع (Sold Good) کو روک لینے کا حق حاصل ہے اگرچہ ثمن میں سے ایک درہم بھی باقی ہو۔اور اگر مبیع ایک ہی سودے میں دو اشیاء تھیں اور ان میں سے ہر ایک کا ثمن علیحدہ طور پر بیان کردیا تھا تو بائع کو ثمن کی وصولی کے لئے دونوں اشیاء روکنے کا اختیار حاصل ہے۔اور بائع کے لئے ثمن کی وصولی کے لئے مبیع کو روک لینے کا حق نہ رھن سے نہ کفیل مقرر کرنے سے اور نہ ہی

بعض ثمن سے بری کر دینے سے ساقط ہوگا جب تک کہ باقی ثمن وصول نہ کر لے۔

مگر چونکہ قسطوں پر بیع (بیع مؤجل) ادھار ہوتی ہے لہذا شرعی اعتبار سے ان لوگوں کے لئے بیع میں سامان کو روکنے کی شرط لگانا جائز نہیں ہے۔ سامان کو کچھ مدت کے لئے روک لینے کی شرط اس لئے ناجائز ہے کہ یہ شرط فاسد ہے۔ شیخ الاسلام امام برھان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

(ومن باع عينا على ان لا يسلمه الى رأس الشهر فالبيع فاسد) لأن الأجل فى البيع العين باطل فيكون شرطا فاسداوهذا لأن الأجل شرع ترفيهافيليق بالديون دون الأعيان۔

﴿هداية آخرين صفحه ٦٠ مطبوعه: مكتبه شركت علميه﴾

ترجمہ: اگر کوئی کسی معین سامان کو اس شرط پر بیچے کہ مہینے کے اختتام تک حوالے نہ کرونگا تو بیع فاسد ہے۔ کیونکہ بیع میں معین شے کی ادائیگی میں مدت مقرر کرنا باطل ہے۔ چنانچہ یہ شرط فاسد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں مدت سہولت کے لئے رکھی چنانچہ وہ دیون (قرض) کے مناسب ہے نہ کہ اعیان (Fixed Things) کے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد رحمہ اللہ تعالی اس کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

لأن الأجل فى المبيع العين باطل فيكون شرطا فاسداوهذا لأن الأجل شرع ترفيهافيليق بالديون لأنها ليست معينة فى البيع فيحصل بالأجل الترفيه بخلاف المبيع العين فانه معين حاضر فلا فائدة فى الزامه تاخير تسليمه اذ فائدته الاستحصال به وهوحاصل فيكون اضرارا بالبائع من غير نقع للمشترى۔

﴿فتح القدير جلد ٦ صفحه ٨٢ مطبوعه: مكتبه رشيديه كوئٹه﴾

ترجمہ: کیونکہ معین مبیع (Fixed Selling Good) میں مدت باطل ہے چنانچہ یہ شرط فاسد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مہلت آسانی کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ پس وہ دیون کے لائق ہے کہ کیونکہ وہ معین نہیں ہوتے چنانچہ دیون کے سلسلے میں مہلت دینا آسانی کا باعث ہے

بخلاف مبیع معین کے کیونکہ وہ معین وموجود ہوتی ہے پس اسکو دیر سے حوالے کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔اس کا فائدہ تو غیر موجود کو حاصل کرنا ہے اور وہ پہلے سے حاصل ہو تو مبیع میں اجل مقرر کرنے سے فروخت کرنے والے کی طرف سے بلاوجہ کے خریدنے والے کو تکلیف ہو گی۔

اور اگر قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے مبیع کو روکنے کی شرط عقد بیع (Sale Contract) میں نہ بھی لگائیں تو بھی انھیں سامان کو روکنا ناجائز ہے۔کیونکہ شریعت نے انھیں یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ بیع مؤجل میں سامان کو کچھ مدت کے لئے روک لیں۔فتاوی عالمگیری میں ہے

قال اصحابنا رحمهم الله تعالى للبائع حق حبس المبيع لاستيفاء الثمن اذا كان حالا، كذا في المحيط، وان كان مؤجلا، فليس للبائع ان يحبس المبيع قبل حلول الأجل ولا بعده، كذا في المبسوط۔

﴿فتاوى عالمگيرية جلد ۳ باب ۴ صفحه ۱۵ مكتبه رشيديه﴾

ترجمہ: ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر نقد بیع ہو تو بائع (Seller) ثمن (Agreed Price) کی وصولی کے لئے مبیع کو روک سکتا ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔اور اگر ادھار بیع ہو (جیسا کہ قسطوں پر بیع) بائع کو نہ تو مدت کے پورے ہونے سے پہلے اور نہ مدت کے پورے ہونے کے بعد مبیع کا روکنے کا حق ہے۔

جہاں تک ایک یا چند اقساط (Installments) کے پیشگی مطالبہ کا تعلق ہے، اگر عقد بیع کے وقت طے کر لیا گیا تھا کہ ایک یا چند قسطیں فورا ادا کرنی ہیں تو ان قسطوں (Installments) کی وصولی کے لئے مبیع کو روک سکتا ہے۔کیونکہ جب ایک یا چند قسطوں کی فوری ادائیگی عقد بیع میں مشروط کر دی گئی تو ثمن کے اتنے حصے میں بیع مؤجل نہ رہی بلکہ بیع معجّل ہو گئی اور بیع معجّل میں بائع ثمن معجّل کی وصولی کے لئے مبیع کو روک سکتا ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے

ولوكان بعض الثمن حالا وبعضه مؤجلا فله حبسه حتى يستوفي الثمن الحال ولو بقي من الثمن شيء قليل كان له حبس جميع المبيع كذا في الذخيرة۔

﴿فتاوى عالمگيرية جلد ۳ باب ۴ صفحه ۱۵ مطبوعه: رشيديه﴾

ترجمہ: اوراگر مبیع بعض نقد ثمن(Cash Agreed prices) کے مقابلے میں ہواور ادھار کے تو بائع کوفوری ثمن کی وصولی کے لئے مبیع کوروک لینے کا حق ہے اوراگر نقد ثمن میں سے قلیل رقم بھی باقی ہوتو اس کو پوری مبیع کوروک لینے کا حق ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔

بہرحال بائع ثمن معجّل کی وصولی تک تو مبیع کوروک سکتا ہے مگراس کی ادائیگی کے بعد تین یا چاردن یا ہفتہ بھر یا ان مدتوں سے کم یا زیادہ عرصہ کے لئے مبیع کونہیں روک سکتا جیسا کہ فقیر نے فقہاء کرام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اور ایک یا چند یا تمام اقساط کی ادائیگی فوری مشروط(Conditioned) نہ ہو بلکہ ماہ بماہ (Month by Month)ادائیگی مشروط ہواور سامان کی ادائیگی ان اقساط کی ادائیگی پر موقوف (Depended) ہوتو اس کی مختلف صورتیں ہونگیں۔

اول: اگرایک قسط کی ادائیگی کی شرط ہے تو اس سے مرادفوری ادائیگی ہی ہوگی کیونکہ ایک ماہ بعد تو بغیر شرط لگائے بھی وصول ہونی تھی۔ اوراسکا حکم وہی ہے جوفقیراوپر بیان کرچکا یعنی اس کی حیثیت ثمن معجّل کی ہوگی۔ چنانچہ اسکا فوری مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

دوم: اگر چند یا تمام اقساط کی ماہ بماہ(Month by Month)ادائیگی (یا جوبھی مدت طے ہو) مراد ہوتو اس قسم کی بیع کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے۔ البتہ بعض باتوں کی وجہ سے یہ بیع سلم کے مشابہ ہے۔ اور بیع سلم نام ہے بیع آجل بعاجل یعنی ادھار چیز کو نقد چیز کے بدلے میں فروخت کرنا۔ مثلاً کوئی کسی کسان سے چند مہینوں کی ادھار پر ۱۰۰۰ کلوگندم خریدے اور قیمت اسی وقت ادا کردے۔ مگراس قسم کی بیع کے صحیح ہونے کے لئے بارہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ حرام وناجائز ہے جیسا کہ دنیائے اسلام کے عظیم فقیہ محقق علی الاطلاق امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فرماتے ہیں۔

بیع سلم کی صحت کی بارہ شرائط ہیں

یہ بارہ شرطوں سے جائز ہوتی ہے اگران میں سے ایک بھی کم ہوگئی تو بالکل ناجائز ہوجائے گی۔

بیع سلم کی صحت کی بارہ شرائط

(ا)اس شیء کی جنس(Species) بیان کردی جائے مثلاً گیہوں یا چاول یا گھی یا تیل اگر ایک عام بات کہی مثلاً غلہ لیں گے تو ناجائز ہے۔

(۲) وہ جنس اگر کئی قسم کی ہوتی ہے تو اس کی قسم معین کردی جائے جیسے چاول میں باسمتی، ہنس راج اگرنزرے (صرف) چاول کہے بیع صحیح نہ ہوگی۔

(۳) اس کی صفت (Quality) بیان کردی جائے مثلاً عمدہ یا ناقص جیسے چنوں میں فرد یا کیلے۔

(۴) اس کی مقدار معین کردی جائے مثلاً اتنے من اور یہ بات بھاؤ کاٹ دینے سے بھی حاصل ہوجاتی ہے یعنی فی روپیہ اتنے سیر کہ روپوں کی گنتی معلوم ہونے سے کل کی مقدار خود معلوم ہوجائے گی۔ اور جہاں مختلف پسیروں کا رواج ہو وہاں پسیری کی تعین بھی ضروری ہے کہ فلانے پسیری سے اتنے من اور جہاں کچا پکا دونوں من بولا جائے وہاں اس کی تعیین (Fixation) بھی لازم ہے غرض کوئی بات وہ نہ رہے جس میں آئندہ جھگڑا اٹھنے کی صورت ہو۔

(۵) میعاد (Time Period) معین کردی جائے جو ایک مہینہ سے کم نہ ہو اگر تعیین کی مثلاً جب چاہیں گے لے لیں گے یا سفر کو جانا ہو جب پلٹ کر آؤنگا لے لوں گا۔ تو ناجائز ہوگا۔

(۶) اگر وہ چیز باربرداری کی ہے جس کے یہاں سے وہاں لیجانے میں خرچ ہوگا تو وہ جگہ بھی معین کی جائے جہاں پہنچنا منظور ہے مثلاً فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں پہنچتے ہوئے۔ اس میں بیچنے والے کو اختیار رہے گا کہ اس گاؤں یا شہر کے جس مقام و محلّہ میں چاہے پہونچاوے اور جو مکان بھی خاص کردیا گیا تو وہیں پہونچانا پڑے گا۔

(۷) ثمن (Agreed Price) کی بھی تعیین ہوجائے مثلاً روپے یا اشرفی۔

(۸) اگر وہ ثمن چند قسم کا ہوتا ہے تو قسم بھی معین کردے مثلاً اشرفی محمد شاہی یا انگریزی۔

(۹) کھرے کھوٹے کا بیان بھی ہو جیسے لکھنؤ کا روپیہ یا انگریزی چہرہ دار یا جے پور کی چاندی یا اینٹ کا سونا۔

(۱۰) اگر ثمن اس قسم کا ہے کہ اس کے ہر ٹکڑے کے مقابل شے مبیع کا ٹکڑہ ہوتا ہے جیسے سونا چاندی روپیہ اشرفی کہ گیہوں روپیہ کے من بھر ہوئے تو اٹھنی کے بیس سیر چونی کے دس سیر ہوں گے تو ایسی ثمن کی تعیین مقدار بھی ضرور ہے مثلاً اتنے تولہ چاندی یا اس قدر روپے اور اگر وہاں مختلف

وزن کے سکے چلتے ہوں جیسے حیدر آباد میں نوابی وانگریزی روپیہ وہاں سکہ کی تعیین بھی چاہیے یہ دسوں باتیں خاص عقد ایجاب وقبول میں بیان کرنی ضرور ہیں مثال اس کی یہ ہے کہ زید عمرو سے کہے میں نے تجھ سے بریلی کی تول سے دس من پختہ چاول ہنس راج کھرے بالعوض سو روپے انگریزی چہرہ دار کے آج سے چار مہینے کے وعدہ پر بریلی پہنچتے ہوئے خریدے وہ کہے میں نے بیچے یا میں نے تجھے بدایوں کے وزن سے چار من پکا گھی بھینس کا خالص آج سے دو مہینے کے وعدہ پر مراد آباد پہنچتا ہو بالعوض چھ اشرفی محمد شاہی بیس بیس روپے والی کے خریدا وہ کہے میں نے بیچا یہ سب باتیں خوب خیال کرلی جائیں کہ لوگوں میں آجکل بیع سلم کا بہت رواج ہے، ان زبانی شرطوں کے ترک سے حلال کو ناحق اپنے لئے حرام کرلیتے ہیں اور خدا کے گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔

(۱۱) شرط یہ کہ اسی جلسہ (Sitting) میں ثمن ادا کردیا جائے ورنہ اگر یہ ساری گفتگو کرکے ثمن دیئے بغیر متفرق (Separate) ہوگئے تو بنا بنایا عقد فاسد وناجائز ہوجائیگا۔ یہاں تک کہ اگر وہاں سے اٹھ کر گھر میں روپے لینے گیا اور بیچنے والے کی نگاہ سے آڑ ہوگئی عقد فاسد ہوگیا۔

(۱۲) وہ چیز اس قسم کی ہو کہ روز عقد (Beginning of Contract) سے ختم میعاد (Time of Delivery) تک ہر وقت بازار میں مل سکے ورنہ عقد ناجائز ہوگا اسی لئے اگر گیہوں کی کٹوتی میں یہ لفظ کہہ دئے کہ نئے گیہوں لیں گے اور اس وقت نیا گیہوں بازار میں نہیں تو عقد ناجائز وگناہ ہے اور اس سبب سے رس (عرق) کی کٹوتی جو ایکھوں کے وقت کرتے ہیں حرام ہوئی کہ رس اسوقت بازار میں نہیں ہوتا۔

﴿فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

بیع سلم کی مذکورہ شرائط میں سے شرط نمبر ۶ اور شرط نمبر ۱۱ بیع بالتقسیط (Sale on Installment) میں خاص طور پر مفقود ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بیع سلم بھی نہیں۔

شریعت میں دین (Debt) کی توثیق (Guarantee) کے دو ہی طریقے ہیں

اور اگر کہا جائے کہ قسطوں کے کاروبار میں بیع (Sale Contract) کے بعد سامان کو روک کر چند یا تمام قسطوں کی

پیشگی ادائیگی کا مطالبہ دین کی توثیق (گارنٹی) کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔اقول: اگر دین کی توثیق (Guarantee) کے لئے ہو تو بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت میں دین کی توثیق کے دو ہی طریقے ہیں کفالت (Bail) یا رہن (Mortgage) جیسا کہ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔

شرع مطہر نے دین کی توثیق کے لئے صرف دو عقد رکھے ہیں کفالت و رہن۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

اور مال کو کفالت (Bail) کے طور پر روکنا ہرگز درست نہیں کیونکہ کفالت نام ہے ایک کے ذمے جو مطالبہ ہو اسے دوسرے کے ذمے سے ملا دینا۔اور مال غیر ذوی العقول (Whichisnotsensible) میں سے ہے لہذا یہ اس قابل ہی نہیں۔ عالمگیری میں ہے۔

ھی ضم الذمة الی الذمة فی المطالبة

﴿عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

ترجمہ: کفالت نام ہے کسی مطالبے کے بارے میں ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کو ملا دینے کا۔

امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کفالت بے کفیل محال (جو ممکن نہ ہو) اور اس عقد مخترع (ایجاد کیا ہوئے) میں نفس جائداد (Propery itself) کفیل ٹھہرتی ہے نہ مالک جائداد۔ اکثر یہ استغراقات صاحب جائداد ان دیون میں کرتا ہے جو خود اس پر ہیں اور کوئی شخص خود اپنا کفیل نہیں ہو سکتا کہ کفالت ہے ضم ذمة الی ذمة کما فی البدائع والهداية وعامة الکتب۔ یہاں وہ ذمہ کہاں ہے کہ ایک دوسرے سے ضم (Join) ہو۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۴ مطبوعۃ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ یہ عقد کفالت ہرگز نہیں ہے۔اور اسے رھن کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ مبیع پر قبضہ کیے بغیر ثمن کے بدلے میں بطور رھن کے چھوڑ دینا بعینہ بیع معجّل میں ثمن کے بدلے میں مبیع کو روک لینا ہے جو کہ ناجائز ہے جیسا کہ اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ البتہ اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ مشتری پہلے اس چیز پر قبضہ کرے پھر اسے بطور رھن بائع کے سپرد کر دے تو اس صورت میں رھن درست ہو جائے گا۔ شیخ الاسلام امام برھان الدین علیہ

الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ومن اشترى ثوبا بدراهم فقال للبائع امسك هذا الثوب حتى اعطيك الثمن فالثوب رہن۔

﴿هداية آخرين صفحه ۵۳۴ مطبوعه: شركت علميه ملتان﴾۔

ترجمہ: اگر کسی نے کپڑا چند دراھم میں خریدا اور بائع سے کہا کہ جب تک میں ثمن نہ دوں اس کپڑے کو اپنے پاس رکھو تو وہ کپڑا رھن (Mortgage) ہوجائے گا۔

گوکہ اس عبارت میں قبضے کا ذکر نہیں ہے مگر علامہ جلال الدین خوارزمی رحمۃ اللہ تعالی نے اسی عبارت کو بحوالہ امام تمرتاشی رحمہ اللہ تعالی کے قبضے کے ذکر کے ساتھ بیان فرمایا جو کہ درج ذیل ہے۔

وذكر الامام التمر تاشي في الجامع الصغير اشترى ثوبا وقبضه ثم اعطى البائع وقال له امسك بثمنك او قال له امسكه حتى اعطيك ثمنك فهو رهن۔

﴿الكفاية مع فتح القدير جلد ۹ صفحه ۹۸۔۹۹ مكتبه رشيديه﴾

ترجمہ: اور امام تمرتاشی رحمہ اللہ تعالی نے جامع صغیر میں ذکر کیا کہ کسی نے کپڑا خریدا اور اس پر قبضہ کرلیا پھر وہ کپڑا بائع کو دے دیا اور کہا اس کپڑے کو ثمن کے بدلے روکے رکھو یا اس کو روکے رکھو یہانتک کہ میں تمھیں تمھارا ثمن دے دوں۔

پھر اسی مسئلے کی تعلیل (Cause) بیان کرتے ہوئے قبضہ کی صراحت درج ذیل الفاظ میں بھی بیان فرمادی،

لما اشتراه وقبضه كان هو وسائر الاعيان المملوكة سواء في صحة الرهن۔

﴿الكفاية مع فتح القدير جلد ۹ صفحه ۹۹ مكتبه رشيديه﴾

ترجمہ: جب اس نے اس کو خرید لیا اور قبضہ بھی کرلیا تو وہ کپڑا اور دیگر مملوکہ اشیاء رھن کی درستگی کے لئے ایک ہی جیسی ہوجائیں گی۔

لیکن بیع بالتقسیط میں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ سامان خریدنے کے وقت سے ادائیگی کے وقت تک بائع

(Seller) ہی کے پاس رہتا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے بھی قسطوں کے کاروبار کی یہ صورت درست نہیں ہے۔

عقد بیع کے مکمل ہونے کے باوجود بائع ہی مبیع کا مالک رہے

قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے بعض ادارے عقد بیع میں یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ جب تک تمام اقساط کی ادائیگی نہ ہوجائے ادارہ اس کا قانونی مالک رہے گا۔ یہ شرط بھی سراسر ناجائز وحرام ہے۔ بیع کا معنیٰ ہی **مبادلة المال بالمال بالتراضی** یعنی رضامندی سے مال کا تبادلہ (Exchange) مال سے کرنا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے بیع کے بعد مبیع بائع کی ملکیت سے نکل کر مشتری (Buyer) کی ملکیت میں داخل ہوجاتی ہے اور ثمن (Agreed Price) مشتری کی ملکیت سے نکل کر بائع کی ملکیت میں داخل ہوجاتا ہے۔ علامہ اکمل الدین بابرتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وحکمه افادة الملک وهو القدرة علی التصرف فی المحل شرعا

الکفایة مع فتح القدیر جلد ۵ صفحه ۴۵۵ مطبوعة: مکتبه رشیدیه

ترجمہ: بیع کا حکم افادہ ملکیت ہے اور وہ شرعاً محل بیع میں تصرف کرنے کی قدرت کا نام ہے۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(وحکمه ثبوت الملک) أی فی البدلین لکل منهمافی بدل، وهذا حکمه الأصلی، والتابع وجوب تسلیم المبیع والثمن ــــــ

﴿ردالمحتار جلد ۷ صفحه ۱۲ مطبوعه: مکتبه امدادیه ملتان﴾

ترجمہ: بیع کا حکم ملکیت کا ثابت ہونا ہے یعنی بدلین (تبادلہ کی جانے والے دونوں اشیاء) میں اور یہ بیع کا حکم اصلی ہے اور اسکی تبعیت میں مبیع اور ثمن کو حوالے کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

امام اہلسنت اعلیحضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

بیع ایجاب وقبول سے تمام ہوجاتی ہے چیز بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کے ملک میں داخل ہوجاتی ہے

﴿فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۴ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہوا کہ قسطوں پر کاروبار کرنے والے حضرات کو اس قسم کی شرائط لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں

ہے بلکہ یہ شرط فاسد ہے جو بیع کو ناجائز کردے گی۔ نیز اس قسم کی شرط لگانا انتہائی بے وقوفی کی بات ہے۔ علماء فرماتے ہیں صبی لا یعقل (یعنی وہ بچہ جو بیع وشراء کی عقل نہیں رکھتا) کی یہ پہچان ہے کہ مبیع لے کر کہے کہ میرے پیسے واپس کرو۔ اس سے مشابہ قسطوں پر کاروبار کرنے والے ان حضرات کا معاملہ ہے جو کہتے ہیں کہ بیع ہونے کے باوجود مبیع ان کی ملکیت میں رہے گی۔

قسط کی ادائیگی میں تأخیر کرنے سے مہلت ختم کردینا

قسطوں پر سامان بیچنے والے بعض حضرات یہ شرط بھی لگادیتے ہیں کہ اگر خریدار قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر یا غفلت کرے گا تو تمام قسطیں فوری طور پر ادا کرنی ہوگی۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالی نے اس شرط کو جائز قرار دیا ہے۔ علامہ علاؤالدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

علیہ ألف ثمن جعلہ ربہ نجوماان اخل بنجم حل الباقی فالأمر کما شرط۔

﴿الدرالمختار مع ردالمحتار جلد ۷ صفحہ ۵۴ مطبوعہ امدادیہ﴾

ترجمہ: اگر مشتری پر ثمن کے ہزار درھم آتے ہوں اور بائع اس کو قسط وار کردے اور کہہ دے کہ اگر کسی قسط میں تاخیر ہوئی تو باقی رقم فورا دینا ہوگی پس یہ شرط درست ہے۔

ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ لگانا

مگر قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے حضرات کا معاملہ باقی اقساط کی فوری ادائیگی کے مطالبے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باقی اقساط کے فی صد کے اعتبار سے جرمانہ بنام لیٹ پیمنٹ سرچارج لگادیتے ہیں یا روزانہ کی تاخیر کے اعتبار سے ایک مخصوص رقم پینالٹی (Penalty) کے نام سے عائد کردیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر سود ہے خواہ وہ اسکا کوئی سا بھی نام رکھ دیں۔ اور یہ سود کی وہی قسم ہے جو نزول قرآن کے وقت کفار عرب میں رائج تھی۔ اللہ جل شانہ نے سود کو حرام فرمادیا اور سود کے لینے والوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

یاایھاالذین آمنوا اتقوااللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین۔
فان لم تفعلوافاذنوابحرب من اللہ ورسولہ۔

﴿سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۸۔ ۲۷۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

﴿ کنزالایمان ﴾

اس آیت مبارکہ میں واشگاف لفظوں میں بتا دیا گیا ہے کہ سود لینے والے سے اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کی جنگ ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

الذین یأکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی لایتخبطه الشیطان من المس۔ ذلک بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا۔ واحل الله البیع وحرم الربوا۔

﴿ سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵ ﴾

ترجمہ: اور وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو اس لئے کہ انھوں نے کہا بیع بھی سود کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

(کنزالایمان)

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

یمحق الله الربوا ویربی الصدقات ۔ والله لایحب کل کفار اثیم۔

﴿ سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۶ ﴾

ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار۔

﴿ کنزالایمان ﴾

احادیث مبارکہ میں سود لینے کو زنا سے بدتر قرار دیا گیا ہے۔ امام اہلسنت نے فتاوی رضویہ شریف میں سود کی مذمت میں کثیر احادیث رقم فرمائیں ہیں ان میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱)

فرماتے ہیں ﷺ من اکل درھما من ربوافھو مثل ثلث وثلثین زنیة ومن نبت لحمه من سحت فالنار اولی به۔ ایک درم سود کا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے نار جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وصدرہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما۔

حدیث (۳)

کہ فرماتے ہیں ﷺ لدرھم یصیبه الرجل من الربوٰاعظم عنداللہ من ثلثة وثلثین زنیة یزنیھافی الاسلام بے شک ایک درھم کہ آدمی سود سے پائے اللہ عزوجل کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے الطبرانی الکبیر عن عبداللہ بن مسعود وایضا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہما۔

حدیث (۴)

کہ فرماتے ہیں ﷺ درھم ربا یاکله الرجل وھو یعلم اشدعند اللہ من ستة وثلثین زنیة سود کا ایک درہم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالی کے نزدیک چھتیس بار زنا سے سخت تر ہے رواہ احمد بسند صحیح والطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن حنظلة غسیل الملائکة

حدیث (۵)

کہ فرماتے ہیں ﷺ ان الدرھم یصیبه الرجل من الربوٰ اعظم عند اللہ فی الخطیئة من ست وثلثین زنیة یزنیھا الرجل۔ ایک درھم کہ آدمی سود سے پائے اللہ کے نزدیک مرد کے چھتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالی عنہ۔

حدیث (۶)

فرماتے ہیں ﷺ لدرهم ربا اشد جرما عندالله من سبعة وثلثين زنية بے شک سود کا ایک درم اللہ عزوجل کے یہاں سینتیس زنا سے بڑھ کر جرم ہے رواہ الحاکم فی الکنی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالی عنها۔

حدیث (۷)

فرماتے ہیں ﷺ الربا سبعون حوبا ایسرها کالذی ینکح امه وفی روية سبعون بابا ادناها کالذی یقع علی امه۔ سود ستر گناہ ہے ان سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے رواہ ابن ماجة وابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة وابن جریر ورواہ البیهقی بسند لابأس به بالفظ الثانی کلهم عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه۔

﴿فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۸۰،۸۱ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

مندرجہ بالا آیات مبارکہ اور احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ سود لینا مطلقا حرام خواہ مشتری (Buyer) جان بوجھ کر قسط کی ادائیگی میں تاخیر کرے یا واقعی مجبور و تنگ دست ہو۔ اگر مشتری تنگ دست ہو تو اسے مہلت دینی چاہیے کہ قرآن مجید اور حدیث نبویہ علی صاحبها الصلوۃ والتسلیم یہی حکم ہے۔ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة۔ ﴿سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۰﴾

ترجمہ: اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک۔ ﴿کنزالایمان﴾

امام مسلم رحمہ اللہ تعالی روایت کرتے ہیں

اجتمع حذیفة وابومسعود رضی الله تعالی عنهما فقال حذیفة رجل لقی ربه عزوجل فقال ما عملت قال ماعملت من الخیر الا انی کنت رجلا ذا مال فکنت اطالب به الناس فکنت اقبل المیسور واتجاوز عن المعسور فقال تجاوزوا عن عبدی قال ابومسعود رضی الله تعالی عنه هکذا سمعت رسول الله ﷺ یقول۔

﴿الصحیح لمسلم باب: فضل انظار المعسر والتجاوز فی

الاقتضاء من الموسر والمعسر۔﴾

ترجمہ: حضرت حذیفہ اور ابو مسعود رضی اللہ تعالی عنھما کی ملاقات ہوئی تو حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ایک آدمی کی ملاقات اپنے رب عزوجل سے ہوئی۔ رب تعالی نے فرمایا تم نے کیا عمل کیا ہے۔ اس نے عرض کی میں نے کوئی نیکی کا کام نہیں کیا سوائے یہ کہ میں ایک مالدار آدمی تھا میں لوگوں کو قرض دے کر لوگوں سے واپس لیا کرتا تھا پس میں مالدار سے لے لیا کرتا تھا اور تنگ دست سے درگذر کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے بندے سے درگذر کرو۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اور اگر مشتری خواہ مخواہ قسط کی ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے تو وہ حرام کا مرتکب ہے۔ اور ایسا کرنا سراسر ظلم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

مطل الغنی ظلم

ترجمہ: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ ﴿صحیح بخاری کتاب الاستقراض﴾

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سود نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے اور شرعاً تعزیر کرنا جائز ہے اور اگر مدیون پر اس قسم کی سختی نہ کی جائے تو وہ قرض کی ادائیگی کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ مگر ان حضرات کا ایسا کہنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سود ہی ہے کہ اس پر سود کی تعریف پوری پوری صادق آتی ہے۔ کہ ربوا(Usury) کی مشہور تعریف "فضل مال خال عن عوض شرط لأحد المتعاقدين من معاوضة مال بمال۔ یعنی عوض سے خالی ایسی زیادتی جو مال سے مال کے تبادلے میں متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے شرط کی گئی ہو اور قسطوں کے کاروبار میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشتری سے پہلے ہی شرط طے کرلی جاتی ہے کہ اگر وہ تاخیر کرے گا اسے بنام جرمانہ ایک مخصوص رقم دینا ہوگی۔ اور اگر بالفرض اسے تعزیر بھی مان لیا جائے تو بائع کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ لوگوں کو تعزیر کرتا پھرے بلکہ یہ تو قاضی شرعی کا کام ہے بلکہ قاضی کو بھی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ تعزیر بالمال کا حکم جاری کرے۔ کیونکہ تعزیر بالمال جائز نہیں ہے۔ علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

لا بأخذ مال فی المذھب۔

﴿الدر المختار مع رد المحتار جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

والحاصل ان المذهب عدم التعزير بأخذ المال۔

﴿ردالمحتار جلد ۷ صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

بحث کا حاصل یہ کہ مذہب احناف میں تعزیر بالمال جائز نہیں۔

بہر حال بیع بالتقسیط کرنے والوں کے لئے کسی طور جائز نہیں ہے وہ لوگوں سے جرمانے یا لیٹ پیمنٹ سر چارج کے نام سے سود وصول کریں۔اور اسی طرح لوگوں کے لئے بھی ان شرائط پر سامان خریدنا جائز نہیں ہے۔

تمام ثمن کی ادائیگی طے شدہ وقت سے پہلے کیے جانے کی صورت میں مدت استعمال کے کرایہ کی ادائیگی کی شرط قسطوں پر کاروبار کرنے والے بعض حضرات یہ شرط بھی لگا دیتے ہیں کہ اگر بائع ثمن کی ادائیگی طے شدہ وقت سے پہلے کریگا تو اسے مدت استعمال کا تمام کرایہ یا اسکا کچھ حصہ بھی ادا کرنا ہوگا۔قوانین شرعیہ کے اعتبار سے طے شدہ مدت سے پہلے ادائیگی کی صورت میں مدت استعمال کے کرایہ کی شرط پر عقد کرنا ناجائز وحرام ہے۔اور یہ شرط فاسد ہے کہ اس میں بائع کے لئے نفع ہے۔شیخ الاسلام امام برھان الدین المرغینانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

وكل شرط لايقتضيه العقد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين او للمعقود عليه وهو من اهل الاستحقاق يفسده كشرط ان لا يبيع المشترى العبد المبيع لان فيه زيادة عارية عن العوض فيؤدى الى الربوا او لانه يقع بسببه المنازعة فيعرى العقد عن مقصوده الا ان يكون متعارفا۔

﴿ هداية آخرين صفحہ ۵۹ مطبوعہ: شرکت علمیہ ملتان﴾

ترجمہ: بیع کو فاسد کردے گی ہر وہ شرط جسکا عقد تقاضا نہ کرے اور اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے یا معقود علیہ کے لئے نفع ہو درآنحالیکہ معقود علیہ اھل استحقاق میں سے ہو جیسے کہ مشتری مبیع غلام کو نہیں بیچے گا کیونکہ اس میں ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے پس وہ سود کی طرف لے جائے گی یا اس کے سبب سے جھگڑا ہوگا جسکی وجہ سے عقد بیع مقصود سے خالی ہو جائیگا سوائے یہ کہ وہ شرط متعارف ہو۔

پھر اسی مسئلے کی مثالیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

كذلك لوعبدا على ان يستخدمه البائع شهرااو دارا على ان يسكنهااوعلى ان يقرضه المشترى درهما او يهدى له هبة لانه شرط لايقتضيه العقد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين لانه نهى عن بيع وسلف لانه لوكان الخدمة والسكنى يقابلها الشئ من الثمن يكون اجارة فى بيع ولوكان لايقابلها يكون اعارة فى بيع وقد نهى النبى عن صفقتين فى صفقة۔

﴿هداية آخرين صفحه ٦٠ مطبوعه: شركت علميه ملتان﴾

ترجمہ: اسی طرح اگر کسی نے غلام بیچا کہ وہ بائع کی ایک ماہ خدمت کرے گا یا گھر بیچا اس شرط پر کہ بائع اس میں رہے گا۔ یا کہ مشتری اس کو درھم قرض دے گا یا مشتری اسکو تحفہ دے گا کیونکہ یہ ایسی شرط کہ جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے نفع ہے اور نبی کریم ﷺ بیع اور ادھار سے منع فرمایا ہے اور کیونکہ خدمت اور رھائش کے مقابلے میں ثمن میں سے کچھ ہو وہ بیع میں اجارہ ہوگا اور ثمن میں سے کچھ بھی انکے مقابلے میں نہ ہو تو بیع میں عاریت ہوگی اور تحقیق نبی کریم ﷺ نے ایک سودے میں دوسودوں سے منع فرمایا ہے۔

قسطوں کے کاروبار میں مذکورہ بالا صورت میں یہی معاملہ ہے کہ بیع کے ساتھ کرایہ کی شرط لگائی جاتی ہے اور ایک سودے میں دوسودے کے جاتے ہیں۔ لہذا ایسا کرنا ناجائز ہے۔ اور اس بیع کا ختم کرنا واجب ہے۔ شیخ الاسلام امام برھان الدین المرغینانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

اذ هو واجب الرفع بالاسترداد

﴿هداية آخرين صفحه ٦٣ مطبوعه: شركت علميه ملتان﴾

ترجمہ: (مبیع و ثمن) لوٹا کے اس بیع کو فسخ کرنا واجب ہے۔

دین کی جلد ادائیگی کی صورت میں کم لینے کی شرط

قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے بعض حضرات یہ شرط بھی لگا دیتے ہیں کہ ثمن مقررہ وقت سے پہلے ادا کیے جانے

کی صورت میں صرف اتنی ہی قیمت وصول کی جائے گی جو کہ نقد فروخت کرنے کی صورت میں تھی۔ اس میں مشتری کا نفع ہے اور یہ قوانین شریعت کے تحت اس قسم کی شرط دین مؤجل کی صورت لگانا جائز نہیں ہے۔اور یہ سود ہی کی صورت ہے۔اور اس شرط پر سامان خریدنا حرام ہے۔امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں

الرجل يكون عليه الف درهم دين مؤجل فصالحه منه على خمس مائة حالة فلا يجوز۔ وقد روى سفيان عن حميد عن ميسرة قال سألت ابن عمر يكون لى على الرجل الدين الى اجل فاقول عجل لى واضع عنك فقال هو ربا وروى عن زيد بن ثابت ايضا النهى عن ذلك وهو قول سعيد ابن جبير ووالشعبى والحكم وهو قول اصحابنا وعامة الفقهاء۔

﴿احكام القرآن جلد ١ صفحه ٤٦٧ مطبوعه: دارالفكر بيروت﴾

ترجمہ: کسی آدمی پر ایک ہزار دین مؤجل (ادھار) ہوں پس وہ دائن (قرض خواہ) سے پانچ سو درھم نقد پر صلح کرلے تو جائز نہیں۔سفیان نے حمید سے اور انھوں نے میسرۃ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال کیا کہ اگر میرا کسی شخص پر دین مؤجل ہو اور میں اس سے کہوں کہ دین جلد ادا کردو تو میں دین میں سے کچھ چھوڑ دونگا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ سود ہے۔حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالی سے بھی اس کے بارے میں ممانعت روایت کی گئی ہے اور یہی سعید ابن جبیر، شعبی، حکم، ہمارے اصحاب اور عامۃ الفقہاء رحمھم اللہ تعالی کا قول ہے۔

البتہ اگر جلدی ادا کرنے کی صورت میں دین کو کم کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو بلکہ دائن تبرعا (رضا کارانہ) دین میں سے کچھ کم کردے تو جائز ہے۔ امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں

ومن اجاز من السلف اذا قال، عجل لى اوضع عنك، فجائز ان يكون اجازوه اذا لم يجعله شرطا فيه، وذلك بان يضع عنه بغير شرط ويعجل الاخر الباقى بغير شرط۔

﴿احکام القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۶۷ مطبوعہ: دارالفکر بیروت﴾

ترجمہ: اور بزرگوں میں سے جن حضرات نے اس کی اجازت دی ہے اور کہا کہ اگر کوئی کہے دین جلد ادا کر دو کچھ کم کر دونگا تو جائز ہے تو بظاہر اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس نے کمی کی شرط نہ لگائی ہو اور وہ اس طرح سے کہ دائن بغیر شرط کے اس میں کمی کر دے اور مدیون باقی دین بغیر شرط کے فوراً ادا کر دے۔

سامان کا بیمہ (Insurance)

عام طور پر بینک یا بعض دیگر ادارے سودا طے ہونے کے بعد سامان کے ضائع ہونے کے خوف سے سامان کا بیمہ (Insured) کروا لیتے ہیں۔ اس طرح سے قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے ادارے مال کے ضائع ہونے کی صوت میں ہونے والے ممکنہ نقصان (Probable loss) سے بچاؤ کی صورت کر لیتے ہیں۔ مگر قانون شریعت کی رو سے بیمہ ایک ایسا عقد ہے جو سود (Usury) اور جوے (Gambling) پر مشتمل ہے۔ بیمہ کا سود ہونا تو نہایت واضح ہے کہ جب بیمہ کی تمام اقساط (Premium) ادا کر دی جاتی ہیں تو بیمہ کمپنی اس شخص کو اس کی ذاتی رقم زیادتی (Increase) کے ساتھ واپس کرتی ہے۔ اور یہ زیادتی بلا عوض ہوتی ہے اور شروع ہی میں طے کر لی جاتی ہے۔ اور یہ کھلم کھلا سود ہے جیسا کہ سود کی وضاحت گذشتہ صفحات (Previous Pages) میں کی گئی ہے۔ اور یہ جوا اس لئے ہے کہ بیمہ پالیسی کے شروع میں اگر بیمہ پالیسی ہولڈر کچھ اقساط باقاعدگی سے نہ جمع کروا سکے تو بیمہ کمپنی اس کی جمع شدہ رقم دبا لیتی ہے اور اس کی پالیسی ختم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ بیمہ پالیسی ہولڈر جب بیمہ پالیسی خریدتا ہے تو اپنی رقم کو داؤ پر لگاتا ہے کہ اگر ابتدائی اقساط (Premium) ادا کر دی تو پالیسی کا مال زیادتی (Increase) کے ساتھ مل جائے گا ورنہ اپنا مال بھی جا سکتا ہے۔ اور اسی کا نام جوا ہے۔ چنانچہ ایسی ناجائز شرائط کی موجودگی میں خرید وفروخت کرنا ناجائز وحرام۔

هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عندالله ورسوله عزوجل وصلی الله علیه وآله واصحابه وبارك وسلم۔

کتبہ: محمد ابوبکر صدیق عطاری ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ